{3} بارش کی حالت میں جمع بہتر ہے یا ''الا صلوا فی الرحال'' ؟

❁ حالت سفر میں بارش ہو تو ''الا صلوا فی الرحال'' کے ساتھ اپنے اپنے ٹھکانے پر بروقت نماز ادا کرنا صحیح ترین اور صریح احادیث سے ثابت ہے، جن میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

❁ سفر میں جلد بازی ہو یا بارش کا عذر بھی ساتھ ہو تو حسب سہولت جمع تقدیم یا جمع تأخیر بھی کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں جمع تأخیر اولیٰ ہے، کیونکہ اس کی حدیثیں بخاری مسلم میں ثابت ہیں۔

❁ حالت قیام میں بارش ہو جائے تو مسئلہ ''**محل اجتہاد**'' ہے، کیونکہ کسی جانب کوئی صحیح و صریح حدیث نہیں ہے۔

دلائل جمع: (۱) حدیث ابن عمر ''أن النبی ﷺ جمع بین المغرب والعشاء فی لیلة مطیرة''

[رواه احمد ابن سلمان النجاد ت:۳۴۸ھ] **الألبانی**: **ضعیف جداً** [إرواء الغلیل ۳/۴۱]

(۲) ''إن النبی ﷺ جمع فی مطر ولیس بینه وبین حجرته شئ.'' **الألبانی: ضعیف جداً**. [ایضاً]

(۳) الأثرم عن أبی سلمة بن عبد الرحمن قال: ''إن من السنة إذا کان یوم مطیر أن یجمع بین المغرب والعشاء.'' البانی: لم أقف علی سنده، وهذا قول التابعی فی حکم الموقوف۔ [إرواء ح۵۸۲]

شیخ الاسلامؒ نے غالباً انہی روایتوں کے تحت کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں بارش کی وجہ سے جمع کیا، جبکہ آپ ﷺ کو بارش سے کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی، بلکہ حصول جماعت کی خاطر ایسا کیا۔'' [الفتاوی ۲۱/۴۵۲]

(۴) ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کے حکمرانوں کے ساتھ بارش کی رات جمع کرتے تھے۔ [الموطأ، بیهقی - صحیح]

(۵) تابعین مدینہؒ اور فقہاء سبعہ بھی بارش کی رات مغرب وعشاء جمع کرتے تھے۔ [صححه الألبانی]

خلاصہ درس:

{1} نعمت باران کے شکرانے میں ہر نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کی توفیق ہو تو اعلیٰ وافضل عمل ہے۔

{2} یہ مشکل ہو جائے تو حالت قیام میں ''جمع صوری'' ہی کرنا چاہیے، کیونکہ یہ بلا عذر شرعی بھی ثابت ہے، اس لیے بارش جیسی مشقت میں بالاولیٰ جائز ہوگا۔ واللہ أعلم

{3} اذان میں ''الا صلوا فی الرحال'' کہ کر گھروں میں بروقت نماز پڑھنا بھی درست ہوسکتا ہے۔ واللہ أعلم

{4} حالت قیام میں جمع تقدیم یا جمع تأخیر کی کوئی شرعی دلیل نہیں ملی۔

اصلاح عقیدہ

محمد حسن آصم صدیقیؒ

بدعت کی شرعی حیثیت

ایصال ثواب کے لیے دنوں کی تعیین

میت کے لیے دعا و استغفار کرنا، صدقہ و خیرات دینا اور بلا اُجرت قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کرنا' جائز ہے، اسی طرح بعض نماز، روزہ اور حج وغیرہ کر کے ثواب پہنچانا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ بہر حال ایصالِ ثواب کے لیے شریعت حقہ نے دنوں اور تاریخوں کی کوئی تعیین و تخصیص نہیں کی ہے اور باحوالہ گزر چکا ہے کہ اپنی طرف سے ایسی تعیین کرنا بدعت ہے' کیونکہ اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔

مشہور مؤرخ علامہ البیرونی (ت ۴۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ ہنود کے نزدیک ایصال ثواب کے دن متعین ہیں اور یہ رسم مسلمانوں نے ہندوؤں سے لی ہے۔ ان کے نزدیک میت کے وارث پر یہ حقوق عائد ہوتے ہیں: ایام سوگ میں ضیافت کرنا، اس میں ہر ماہ کی چھٹی تاریخ کو فضیلت ہے۔ نو دن تک گھر کے سامنے طعام پختہ و کوزہ آب رکھنا پڑتا ہے، ورنہ میت کی روح ناراض ہو کر بھوک و پیاس کی حالت میں گھر کے اردگرد پھرتی رہے گی۔ پھر دسویں اور گیارہویں دن میت کے نام پر بہت سا کھانا اور آب خنک دیا جائے۔ اسی طرح برسی پر بھی کھانا کھلانا ضروری ہے۔ نیز لکھا ہے کہ ماہ پوس میں وہ حلوہ پکا کر دیتے ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ برہمن کے کھانے پینے کے برتن بالکل الگ ہوں۔ [کتاب الہند]

یہی کچھ برائے نام مسلمان بھی کرتے ہیں کہ حلوہ، قہوہ، نمکین چائے، پراٹھا، چپاتی اور اضوق بھی سامنے رکھا جاتا ہے۔ اخوند صاحب کے لیے دستر خوان اور کھانے پینے کے برتن بھی الگ ہوتے ہیں اور دنوں کی تعیین بھی کی جاتی ہے، خصوصاً مرنے کے پہلے دن سے تیسرے دن تک ایام حُزن (بُو گنج)، پھر ساتویں، چالیسویں اور پھر برسی کی فاتحہ خوانی دھوم دھام سے انجام دی جاتی ہے، اس کے بعد پیروں اور مرشدوں کا جیسا سالانہ عرس۔

مشہور نومسلم عالم (سابقہ پنڈت) مولانا عبید اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ہنود ہر سال اپنے بزرگوں کو ثواب پہنچاتے ہیں۔ لیکن جس تاریخ میں کوئی مرا، اُس تاریخ میں ثواب پہنچانا (برسی) ضروری جانتے ہیں اور کھانا کھلا کر ثواب پہنچانے کا نام ''سرادھ'' ہے۔ جب سرادھ کا کھانا تیار ہو جائے تو اول اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں۔ جو پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے وہ اُن کی زبان میں ''اکھشر من'' کہلاتا ہے۔ اسی طرح اور بھی دن مقرر ہیں اور یہی کچھ کلمہ گو مسلمان بھی کرتا

ہے۔[تحفۃ الہند] یہ دوسری بات ہے کہ پنڈت کی جگہ ختمی مُلّا نے لی ہے اور کھانے پر بید کی جگہ قرآن کریم پڑھا جاتا ہے۔

افسوس صد افسوس! ان تمام ''غیر اسلامی'' رسموں نے ''اسلامی شکل'' اختیار کر لی ہے اور اب اس پر تنقید کرنا گویا اسلام پر تنقید کرنا ہے اور یہ سب کچھ ملک ہندوستان (اور اب پاکستان میں) ہوا کرتا ہے۔

میت کے گھر اجتماع اور کھانا پکنے کا بیان

حدیث اور فقہ کی عبارات اس پر شاہد ہیں کہ جب کسی کی وفات ہو جائے تو اس کے گھر والے صدمے میں مبتلا ہوتے ہیں، اس لیے اہل محلہ اور رشتہ دار اہل میت کے لیے کھانا تیار کریں۔ چنانچہ سید نور بخش فقہ احوط میں تحریر فرماتے ہیں: ''**یستحب للاقارب والجیران تهیة إطعام الطعام لأصحاب التعزیةوأن یطعموهم ویلحوا لیأكلوا ویشربوا**'' اور جو شخص نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکا ہو وہ بھی تعزیت کر سکتا ہے۔

میت کے گھر اجتماع اور اہل میت کا لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور بہت سے غریب اس قبیح حرکت کے شکار ہو کر کنگال ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات سود قرض لے کر وارثوں کا اور خصوصاً یتیموں کا مال برباد کیا جاتا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں ’**كنا نرى الاجتماع إلى أهل الميت وصنعة الطعام من النياحة**

[ابن ماجه الجنائز ح١٦١٢، مسند أحمد ١١/٥٠٥ وصححه المحقق]

''ہم (یعنی حضرات صحابہ کرام) میت کے گھر جمع ہو کر رہنے کو اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے۔

حدیث میں ثابت ہے کہ میت پر آواز کے ساتھ رونا، بین کرنا اور نوحہ کرنا اہل جاہلیت کا کام ہے۔[متفق علیہ] پس نوحہ کرنا جمہور سلف وخلف کے نزدیک حرام ہے۔ اسی طرح ''میت کے گھر کھانے پر اجتماع'' بھی سمجھا جائے۔ یہ روایت دو اسانید سے مروی ہے۔ علامہ ہیثمیؒ کہتے ہیں کہ ایک سند بخاری کی شرط پر اور دوسری سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔[كذا قال البوصيري في الزوائد أيضاً، أحمد ١١/٥٠٥]

معلوم ہوا کہ میت کے گھر اجتماع کرنا اور وہاں کھانا تناول کرنا حضرات صحابہ کرام ﷺ کے نزدیک نوحہ جیسا ایک جرم تھا اور اس میں ان کا اتفاق رہا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک میت کے گھر دعوت اڑانا، تیجہ وساتواں اور چالیسواں وغیرہ کرنا:

جس طرح دوسرے مسالک کے حضرات فقہاء کرام نے ان بدعات کا انکار کیا ہے، اسی طرح بلکہ ان سے بڑھ کر